ہر صاحب امر کو اپنے ماتحتوں سے
محبت، شفقت اور رحمت کا سلوک کرنا چاہئے

(خطبہ جمعہ فرمودہ 21 / جون 1996ء بمقام بیت السلام ٹورانٹو۔ کینیڈا)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے درج ذیل آیات کریمہ تلاوت کی:

فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ ﴿۲۱۴﴾ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ﴿۲۱۵﴾ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۱۶﴾ فَاِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۱۷﴾ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ﴿۲۱۸﴾ الَّذِيْ يَرٰىكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ﴿۲۱۹﴾ وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ ﴿۲۲۰﴾ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۲۲۱﴾ (الشعراء: 214 تا 221)

پھر فرمایا:

ان آیات کے مضمون سے متعلق کچھ گزارشات کرنے سے پہلے میں یہ اعلان کرنا چاہتا ہوں کہ آج خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ جماعت احمدیہ کینیڈا کو اپنا بیسواں جلسہ منعقد کرنے کی توفیق عطا ہو رہی ہے اور خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ گزشتہ جتنے جلسے ہیں ان میں ہر سال قدم ترقی کی طرف آگے بڑھتا رہا ہے اور ہر سال کوئی نہ کوئی نیا سنگ میل رکھنے کی توفیق ملتی رہی ہے۔ امسال کا جلسہ سالانہ اپنے ساتھ ایک اور قسم کی خوش خبری بھی لایا ہے جس کا تعلق صرف جماعت کینیڈا سے نہیں بلکہ بطور خاص جماعت انگلستان سے بھی ہے اور عموماً تمام دنیا کی جماعتوں سے ہے۔ اب تک اللہ تعالیٰ کے فضل سے ٹیلی ویژن کے ذریعے مرکزی پیغام اور مرکزی مجالس تمام دنیا میں دیکھی اور سنی جاسکتی تھیں۔

گزشتہ ایک موقع پر میں نے جماعت سے یہ گزارش کی تھی کہ میں امید رکھتا ہوں کہ وہ دن بھی آئیں گے جب ہم دوطرفہ ایک دوسرے کو دیکھ سکیں گے۔ پس آج کے مبارک جمعہ سے اس دن کا آغاز ہو رہا ہے۔ اس وقت انگلستان میں مختلف مراکز میں بیٹھے ہوئے احمدی دیکھ رہے ہیں اور ان کی تصاویر یہاں پہنچ رہی ہیں اور بیک وقت ہم ایک دوسرے کو دیکھ سکتے ہیں مگر جو منتظمین Mix کرنے پر مقرر ہیں ان کو یہ خیال کیوں نہیں آرہا کہ جب میں یہ کہہ رہا ہوں تو وہ بھی دکھا دیں جو لوگ وہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ اب یہ بھی دکھائے ہیں تو شیخ مبارک احمد صاحب دکھائے ہیں جو یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ اب سامنے، اب دیکھ لیجئے امام مسجد فضل لندن عطاء المجیب راشد وہ ہمیں سامنے دکھائی دے رہے ہیں۔ وہ مجھے دیکھ رہے ہیں، میں انہیں دیکھ رہا ہوں۔ ان کے پیچھے جو مختلف احباب جماعت لندن کھڑے ہیں وہ بھی ہاتھ ہلا رہے ہیں اور بیک وقت ہم ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہیں اور مجھے سن رہے ہیں لیکن ان کے دل کی دھڑکنیں مجھے بھی سنائی دے رہی ہیں۔ یہ دراصل ایک عظیم پیش گوئی تھی جو ایک پہلو سے تو بارہا پوری ہو چکی اب ایک نئے پہلو سے بھی پوری ہو رہی ہے۔

حضرت امام صادقؒ سے مروی ہے اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔ بہت بڑے بزرگ، بہت پائے کے امام تھے اور عارف باللہ تھے اس میں قطعاً ایک ذرّے کا بھی شک نہیں۔ آپ نے فرمایا ہمارے امام القائم کے زمانے میں یعنی حضرت مسیح موعودؑ مہدی موعودؑ کے زمانے میں مشرق میں رہنے والا مومن مغرب میں رہنے والے اپنے دینی بھائی کو دیکھ سکے گا، اسی طرح مغرب میں بیٹھا ہوا مومن اپنے مشرق میں مقیم بھائی کو دیکھ سکے گا۔

جہاں تک دوطرفہ روایت کا تعلق ہے وہ تو بالبداہت درج ہے اور بعینہٖ اسی طرح آج ہو رہا ہے لیکن جہاں تک آواز کا تعلق ہے یہ پیش گوئی نہیں تھی کہ دونوں ایک دوسرے کو سن بھی سکیں گے۔ پس ایک طرف سے تو یہ آواز بھی پہنچ رہی ہے اور تصویر بھی اور دوسری طرف سے تصویریں بھی پہنچ رہی ہیں اور یہ ابھی آغاز ہے۔ آگے انشاء اللہ ایسے دن آئیں گے کہ مشرق و مغرب کی جماعتیں ٹیلی ویژن کے ذریعے اعلیٰ انتظامات کے ذریعے بیک وقت ایک دوسرے کو دیکھ بھی سکیں گی۔ ایک ایسا عالمی جلسہ ہوگا جس کی کوئی نظیر کبھی دنیا میں پیش نہیں کی جاسکتی، نہ کی جاسکے گی۔ اب بھی اللہ تعالیٰ کے فضل اتنے ہیں اور اتنے برس رہے ہیں کہ بارش کے قطروں کی طرح ان کا شمار ممکن نہیں رہا لیکن

اس کے باوجود جو عشق حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو اللہ سے تھا اس میں بارش کے قطروں کے ان گنت ہونے سے ذرّہ بھر بھی اظہار محبت میں کمی نہیں آتی تھی بلکہ آنحضور ﷺ کے متعلق یہ پختہ مصدقہ روایت ہے کہ بعض دفعہ بارش ہوتی تو بارش کا پہلا قطرہ اپنی زبان نکال کے زبان پہ لے لیا کرتے اور اللہ تعالیٰ کی حمد کے گیت گاتے۔ وہ بارش جو بے انتہا ہوتی ہے جس کے قطروں کا شمار ممکن نہیں اس میں پہلے قطرے کو زبان پر لے لینا ایک بے انتہا عشق کا اظہار ہے۔

پس جتنی بھی بارشیں فضلوں کی ہم پر ہوں ہمارا فرض ہے کہ ہر قطرے کو اپنی زبانوں پر، اپنے دل کی زبانوں پر لیں اور حمد کے گیت گاتے رہیں اس سے زیادہ شکر کا اظہار ہمارے لئے ممکن نہیں ہے اور جہاں تک شکر کے اظہار کا اعمال سے تعلق ہے وہ ایک الگ مضمون ہے۔ آنحضرت ﷺ کا اظہار تشکر محض زبان سے نہیں ہوا کرتا تھا۔ آپؐ کی ساری زندگی ایک تشکر کے جذبات میں ڈھل چکی تھی۔ ساری زندگی تشکر کے جذبات میں اس طرح ڈھل چکی تھی کہ شکر اور محمد رسول اللہ ﷺ کے درمیان کوئی فرق کہیں بھی ممکن نہیں رہا۔ اس پہلو سے حضور اکرم ﷺ نے جو پاک نمونے ہمارے سامنے پیش کئے اب بھی ہمارے لئے وہی راہنما ہیں اور ان نمونوں کو دیکھتے ہوئے ہمیں آپؐ کے قدموں کو چومتے ہوئے نقشِ پا کو چومتے ہوئے آگے بڑھنا ہے۔ اس مضمون سے متعلق ایک خطبات کا سلسلہ لندن میں شروع ہوا، سلسلہ اس لئے کہ وہ ایک خطبہ میں بات ختم نہیں ہوسکتی تھی اور میں نے وعدہ کیا تھا کہ باقی بات میں اگلے خطبہ میں بیان کروں گا۔ اگلے خطبہ میں بھی مجھے ڈر ہے کہ یہ بات ختم نہیں ہوسکتی کیونکہ مضمون نسبتاً لمبا ہے اس لئے غالباً دو تین یا ہوسکتا ہے چار خطبوں میں یہ مضمون مکمل کرنے کی کوشش کروں۔

یہ مضمون ہے امام اور ان کو جو اطاعت کرتے ہیں، جو مقتدی ہیں، ان کا رابطہ، ان کا تعلق۔ ان کے درمیان کیا وہ اسلوب ہونا چاہئے تعلقات کا جو آنحضرت ﷺ کے ارشادات اور آپ کی سنت پر مبنی ہو۔ اس پہلو سے جہاں تک ان کا تعلق ہے جن کو خدا تعالیٰ نے اطاعت کرنے کا حکم دیا ہے ان کے متعلق میں نے گزشتہ خطبہ جمعہ میں روشنی ڈالی تھی اور بتایا تھا کہ اطاعت کے مضمون میں کیا کیا خطرات درپیش ہیں، کیسے کیسے نفس سر اٹھاتا ہے اور خود اپنے خلاف فتوے دیتا چلا جاتا ہے۔ ایسی ہدایت دیتا جاتا ہے جو انسان کو ہلاکت میں ڈالنے والی ہو اور انانیت کا سر جب اٹھتا ہے تو اس کے

خطرے سے بچنا بہت ہی مشکل کام ہے۔ یہ انانیت کا ہی سر ہے جو شیطان کہلاتا ہے اور ہر نفس میں موجود ہے، ہر نفس میں ہمیشہ ہر لحظہ اپنے نفس کو ڈسنے کے لئے تیار رہتا ہے۔ اس پہلو سے میں نے جماعت کو نصیحت کی تھی کہ اطاعت سے کبھی بھی قدم باہر نہ نکالیں اور اطاعت میں بڑے اور چھوٹے کا کوئی فرق نہیں رہتا کیونکہ اطاعت محض خدا کی خاطر ہوتی ہے اور اللہ کے حکم کے تابع ہی انسان اطاعت پر مجبور فرمایا گیا ہے۔ پس وہ اطاعت جو للہ ہوگی اس میں نہ بڑے کا کوئی فرق رہے گا، نہ چھوٹے کا۔ نہ اعلیٰ نبی کا نہ ادنیٰ نبی کا۔ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ (البقرة: 286) کا اقرار کرتے ہوئے مطیع جماعت ہمیشہ اطاعت کے رستوں پر آگے قدم بڑھاتی ہے۔

مگر سوال یہ ہے کہ جن کی اطاعت کرنا ہے ان کی کیا ذمہ داریاں ہیں۔ ان کے بھی تو کچھ فرائض ہیں۔ وہ اگر ان فرائض کو ادا نہیں کریں گے تو ناممکن ہے کہ جماعت حقیقی معنوں میں سنت رسول اللہ ﷺ کے مطابق اطاعت کے حق ادا کر سکے۔ اس ضمن میں میں نے وہ آیت کریمہ پیش کی تھی کہ آنحضرت ﷺ کو مخاطب کر کے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تو ان لوگوں کے لئے نرم نہ ہوتا، اگر تیرے دل میں ان لوگوں کی محبت اور پیار نہ پیدا ہوتے تو پھر تو ان لوگوں کو کبھی بھی اکٹھا نہیں کر سکتا تھا کیونکہ اطاعت کے لئے محض امر کافی نہیں ہوا کرتا، اطاعت کے لئے ایک گہرا قلبی تعلق ہے جس پر قائم ہونا ضروری ہے۔ پس میں نے جماعت کو سمجھایا کہ اگر حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کے لئے بھی آپؐ کی رحمت کو، آپؐ کی شفقت اور رافت کو موجبِ اطاعت قرار دیا گیا اور فرمایا کہ اے مومنو! تم میں اپنے ایمان کے لحاظ سے اتنی استطاعت ہی نہیں کہ اطاعت کر سکو۔ تمہاری اطاعت بھی محمد رسول اللہ ﷺ کی ممنون احسان ہے۔ آپؐ شفقت نہ فرماتے، آپؐ رحمت کا سلوک نہ فرماتے تو تمہیں اطاعت کی توفیق بھی نہیں مل سکتی تھی۔

یہ وہ مضمون ہے جو ہمیشہ ہمیش کے لئے ہر اس امیر پر اطلاق پاتا ہے جو ملک کا امیر ہو یا صوبے کا یا علاقے کا یا ضلع کا یا شہر کا یا اس کے تابع اور صاحب امر لوگ ہوں جو اپنی امارت کے اختیارات اوپر سے لیتے ہیں۔ ان میں سے چھوٹے سے چھوٹا صاحب امر بھی اسی مضمون کے تابع ہے اور جماعت احمدیہ کے لئے لازم ہے کہ ہر شخص جس کو کوئی امر کا اختیار بخشا گیا ہے وہ اپنے ماتحتوں سے محبت اور شفقت اور رحمت کا سلوک کرے اور جس طرح ان لوگوں کی اطاعت میں اس کی ذات

پیش نظر رہتی ہے،اس کے ساتھ اختلافات اس کی اطاعت میں حائل نہیں ہوسکتے اور ما اور تو کا تفرقہ مٹ جاتا ہے،اسی طرح لازم ہے کہ ہر شخص جس کے سپرد کوئی امر فرمایا گیا ہو وہ اپنے ماتحت لوگوں سے قطع نظر اس کے کہ ان سے اس کے پہلے کیسے تعلقات تھے قطع نظر اس کے کہ شریکے کے لحاظ سے یا اور تعلقات کی نسبت سے ان کے درمیان ایک طبعی یکسانیت نہیں پائی جاتی بلکہ ایک قسم کی دوری ہے **پھر بھی اللہ کی خاطر لازم ہے کہ وہ ہر ایک سے برابر شفقت کا سلوک کرے اور سب پر اپنی رحمت کے پر جھکائے۔**

اس ضمن میں جن آیات کی میں نے تلاوت کی ہے ان میں اس مضمون کو آگے بڑھایا گیا ہے اور اس کے علاوہ چند اور آیات بھی ہیں جن کے حوالے سے میں اس مضمون پر مزید روشنی ڈالنا چاہتا ہوں۔ پہلے جو ہے فَلَا تَدۡعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَكُوۡنَ مِنَ الۡمُعَذَّبِيۡنَ ہر بات توحید سے چلتی ہے اور توحید کے سوا مذہب کا کوئی مضمون بھی نہیں جاری ہوتا۔ ہر بلندی کا چشمہ توحید ہے۔ ہر عجز کا چشمہ بھی توحید ہے۔ ان معنوں میں رفعتیں بھی توحید سے وابستہ ہیں اور جو انسان کے نفس کی پستیاں ہیں وہ بھی توحید ہی سے وابستہ ہیں۔ اگر توحید سے تعلق نہ ہو تو رفعتیں بھی ذلتوں میں تبدیل ہو جاتی ہیں۔ اگر توحید سے تعلق نہ ہو تو پستیاں بلندیوں میں تبدیل نہیں ہوسکتیں۔ چنانچہ ہر نماز میں سجدے میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ تم نے اگر للّٰہ سجدہ کیا تو پھر یہ دعا **سبحان ربی الاعلیٰ ،سبحان ربی الاعلیٰ ،سبحان ربی الاعلی۔**

اس موقع پر سپیکر کے نظام میں ایک نقص کی طرف توجہ دلائی گئی تو اس پر حضور نے فرمایا:

لندن والے کہتے ہیں کہ مائیکروفون ذرا نیچے کر دیں اور یہ مائیکروفون میں اونچا کر دوں۔ رفعتوں اور پستیوں کا یہ بھی ایک مضمون ہے کوئی چیز نیچے کی جاتی ہے اور کوئی چیز اونچی کی جاتی ہے۔

پھر مضمون کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا:

اب **سبحان ربی الاعلیٰ** کا مضمون اس وقت ہے جب انسان کا سر انتہائی پستی کی حالت میں خدا کے حضور جھکا ہوا ہوتا ہے اور اسے یاد دلایا جا رہا ہے کہ تمہاری رفعتیں ،تمہاری پستیوں سے وابستہ ہیں کیونکہ تم خدائے واحد کے حضور جھکے ہو جب کہ ہر دوسرے کی غلامی سے تم آزاد کئے جا رہے ہو۔

اور تمام رفعتیں اس پستی میں ہیں جو خدا کی خاطر قبول کی جاتی ہے پس کہو سبحان ربی الاعلیٰ ۔ پاک ہے میرا رب جو بہت اعلیٰ ہے اور ربنا نہیں ربی الاعلیٰ فرمایا گیا ہے۔ ہر شخص کا رب اس پر اپنی رفعتوں کے ساتھ اس کی پستیوں کی نسبت سے ظاہر ہوتا ہے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے جو یہ فرمایا کہ جب بھی خدا کا بندہ عجز اختیار کرتا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ ساتویں آسمان تک اٹھا لیتا ہے اور زنجیر کے ذریعے سے لپیٹ کر اوپر لے جایا جاتا ہے۔ اب استدلال کے طور پر ہم اسے غیر احمدیوں کے سامنے جو رفعت کا معنی نہیں سمجھتے یہ پیش کیا کرتے ہیں۔ مگر یہاں اس موقع پر میں کسی بحث کی خاطر نہیں بلکہ ایک عرفان کے نکتے کے طور پر آپ کو سمجھا رہا ہوں۔ تو وہ زنجیر جو اترتی ہے اس سے مراد درجہ بدرجہ انسان کی پستی خدا کے حضور اور درجہ بدرجہ اس پستی کی نسبت سے رفعت ہے۔

ساتویں آسمان سے ہرگز یہ مراد نہیں کہ ہر شخص جو خدا کے حضور جھکتا ہے اسے سیدھا ساتویں آسمان تک رفعت دی جاتی ہے۔ ساتویں آسمان تک کی رفعت اس کا انتہائی مقام ہے۔ جتنا تذلل اختیار کرے گا اتنا اس کی رفعت کے سامان خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوں گے یعنی یہ پستیاں بذاتِ خود رفعتوں میں تبدیل نہیں ہوا کرتیں اس لئے آسمان سے زنجیر اترنے کا ذکر فرمایا یعنی تم تذلل اختیار کرو مگر یہ وہم بھی نہ کرنا کہ تمہارا تذلل ہی تمہیں کچھ عطا کر دے گا۔ تمہارے تذلل کو رفعتوں میں بدلنے کے لئے آسمان سے ایک زنجیر کا اترنا لازم ہے اور وہ اترے گی تو تمہارے تذلل کے متعلق فیصلہ کرے گی کہ کس حد تک اس میں رفعت کی طاقت موجود ہے اور اسی نسبت سے تمہیں اٹھایا جائے گا۔ ساتویں آسمان سے آگے ذکر نہیں ملتا کیونکہ اس سے آگے جانے والا صرف ایک ہی وجود ہے جو حضرت محمد مصطفی ﷺ ہیں جن کا خدا کے حضور تذلل اس ہر انتہاء سے آگے بڑھ گیا جس انتہاء کو کبھی کسی انسان کا تذلل پہنچ سکا یا پہنچ سکے گا۔ پس آپ کا جو سلسلہ ہے وہ اس عام قانون سے بالا سلسلہ ہے اور اس سلسلے کا ذکر یہاں مذکور نہیں۔

پس اس پہلو سے یاد رکھیں کہ ہمیں یہ سبق دیا گیا ہے کہ تم جتنا جھکو گے اگر وہ خدا کی خاطر ہوگا، اگر خدا کی خاطر تم نے تذلل اختیار کیا ہے تو بسا اوقات ممکن ہے کہ یہ تذلل کسی انسان کے سامنے دکھائی نہ دے کیونکہ صاحب امر ایک غیر بھی ہو سکتا ہے یعنی ہوگا ہی غیر کیونکہ خدا تعالیٰ براہ راست تو ہر ایک کو حکم نہیں دیا کرتا۔ مراد یہ ہے کہ الف، ب، ج، د، جو بھی ان کا نام رکھیں جو صاحب امر ہے جس

کے سامنے آپ سر جھکا رہے ہیں اس کا وجود ایک دکھائی دے رہا ہے۔ مگر آپ کے لئے یہ ہدایت ہے کہ اس وجود کو نظر سے ہٹا دو کیونکہ تمہارا تذلل للہ ہونا چاہئے اور اپنے رب کی خاطر ہونا چاہئے۔ جب اپنے رب کی خاطر ہو تو کسی غیر کے سامنے جھکنا نشان ذلت نہیں بلکہ نشان عظمت بن جاتا ہے۔ ایک بڑا آدمی ایک چھوٹے کے سامنے جھک رہا ہے محض اس لئے کہ خدا نے اسے اس معاملے میں مامور فرمایا ہے اس لئے اس کا جھکنا ذلت کا نشان نہیں بلکہ رفعت کا نشان بن جاتا ہے اور جس حد تک اس کے نفس کی قربانی اس میں داخل ہوتی ہے اسی قدر وہ رفعتوں سے نوازا جاتا ہے۔

لیکن ایک اور جھکنا بھی ہے جو اپنے غلاموں کے سامنے جھکنا ہے، اپنے غلاموں پر جھکنا ہے۔ اس مضمون کا اس آیت کریمہ میں ذکر فرمایا گیا ہے۔ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اے میرے حضور جھکنے والے تو ان پر بھی جھک جو تیرے حضور جھک رہے ہیں اور میری خاطر جھک رہے ہیں اور اپنی رحمت اور شفقت کا پر ان پر جھکا۔ دیکھیں کتنا عظیم مضمون ہے جو اس آیت کریمہ میں ایسی رفعتوں تک اس مضمون کو پہنچا رہا ہے جن تک عام انسان کے تصور کی رسائی ممکن نہیں۔ محض خدا کا کلام ہے۔ سوائے خدا کے کلام کے کوئی کلام اس شان کا کلام نہیں ہوسکتا کہ حضرت محمد مصطفی ﷺ کو ان پر جھکنے کی تاکید فرمائی جن کی گردنیں ان کے حضور جھکا دی گئی تھیں۔ اس سے پہلے فرماتا ہے وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ اپنے قریبیوں کو بھی ڈراؤ۔ اب پیشتر اس کے کہ میں وَاخْفِضْ والے مضمون کو دوبارہ اٹھاؤں اور مزید تفصیل بیان کروں میں چاہتا ہوں کہ پہلی آیت کے بعد دوسری آیت کے تعلق کو بیان کردوں پھر اس کے بعد بات آگے بڑھے گی۔

توحید سے ہر مضمون شروع ہوتا ہے، توحید کے بغیر دنیا میں کوئی بھی سچائی نہیں۔ سب جھوٹ اور بے معنی اور بے حقیقت باتیں ہیں۔ توحید کے نتیجے میں وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ فرمایا گیا۔ دیکھو تمہارا تعلق اللہ سے ہے اور تمہارے اقرباء، تمہارے قریبی نہ تمہیں نقصان پہنچا سکتے ہیں نہ تمہیں فائدہ پہنچا سکتے ہیں اس لئے ان کو ڈراؤ اور ان کو متنبہ کرو اور ہرگز اس بات کو خوف نہ کرو کہ اپنے اقرباء کو بھی ڈرا دھمکا کر اگر تم نے پرے پھینک دیا تو تمہارا کیا بنے گا۔ اب اس مضمون کے حوالے سے پڑھیں کہ اگر تو نرم دل اور رحم دِل اور صاحب شفقت نہ ہوتا تو یہ لوگ تجھ سے بھاگ جاتے۔ سوال یہ ہے کہ کیا ان دو باتوں میں تضاد ہے؟۔ تضاد نہیں بلکہ وہ باریک تقویٰ کی راہیں ہمیں

دکھائی جارہی ہیں جن پر ہر صاحب امر کا چلنا ضروری ہے اس کے لئے لازم ہے کہ ان باتوں سے نصیحت پکڑے۔ وہ نرم ہوتا ہے تو دل کی کمزوری کی وجہ سے نرم نہیں ہوتا۔ وہ شفقت کرتا ہے تو اس وجہ سے نہیں کہ یہ لوگ اگر میں شفقت نہیں کروں گا تو مجھے چھوڑ دیں گے اور پھر میں اکیلا رہ جاؤں گا۔

اس لئے یہ وہم دل سے نکال دینا لازم ہے کہ آنحضرت ﷺ کی شفقت ان کا دل، ویسے محاورے میں تو ہے دلربائی کے لئے تھا یا دل چوری کرنے کے لئے کیونکہ اردو میں تو آنحضرت ﷺ کے تعلق میں تو یہ محاورہ منہ سے نکلتا نہیں، تو ان کے دل کو اپنے قدموں سے ہمیشہ کے لئے وابستہ کرنے کی خاطر تھا۔ آنحضورؐ کے ذہن میں کسی شفقت کے وقت کبھی بھی یہ پہلو نہیں آیا کہ میں اس لئے شفقت کروں کہ لوگ میرے گرویدہ ہو جائیں، لوگ مجھ سے محبت کرنے لگیں کیونکہ آپؐ کا ہر فعل تو اللہ کی رضا کی خاطر تھا۔ پس اگر اللہ کی خاطر آپ کا ہر فعل تھا تو آپ کی شفقت کا تعلق اپنے غلاموں کے دل جیتنے سے ہو ہی نہیں سکتا۔ پس یہ جو مضمون ہے وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ یہ اس تعلق میں آپ سمجھیں تو بات روشن ہو جائے گی کہ ایسا شخص جب خدا کی خاطر ڈراتا ہے تو قطع نظر اس کے کہ اس ڈرانے کا کیا اثر پڑے گا چونکہ رضائے باری تعالیٰ اس کے پیش نظر ہے اس لئے وہ بےخوف ہو کے ڈرائے گا۔ ورنہ جو صاحبِ خوف ہے وہ ڈرا بھی نہیں سکتا اور ایسی بہت سی مثالیں ہمارے سامنے آتی ہیں کہ ایک شخص دنیا کے ڈر کے مارے انذار بھی نہیں کر سکتا۔ وہ کہتا ہے اگر میں نے انذار کیا تو یہ لوگ مجھے ماریں گے پس آنحضرت ﷺ کا انذار توحید سے پھوٹا تھا اس لئے پہلے توحید کا ذکر فرمایا۔ پھر فرمایا اپنے جتنے تیرے قریبی ہیں ان سب کو ڈرا دے اور جب ڈرایا تو سارے بدک کے بھاگ گئے۔

اب بتائیں یہ کیسا حیرت انگیز مضمون ہے۔ لیکن اس کے ساتھ فرمایا ہاں جو اس کے باوجود تجھ پر ایمان لے آئیں اور تیرے قریب آئیں۔ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ تو جو بھی ان میں سے تجھ پر ایمان لائیں اور تیری پیروی کریں تو ان پر جھک جا یعنی تیرے دل میں کوئی سختی نہیں ہے۔ تو ڈراتا ہے تو ان لوگوں کی خاطر ڈراتا ہے۔ ڈراتا ہے تو رضائے باری تعالیٰ کی وجہ سے ڈراتا ہے۔ پس جب وہ تجھے قبول کر لیں تو پھر رحمت کے پر ان پر جھکا دے لیکن اس وجہ سے نہیں پھر کہ مومن ہیں، مان گئے ہیں اب یہ نہ کہیں ہاتھ سے نکل جائیں۔ باقیوں کو تو ڈرا دھمکا کے دور کر دیا اب یہ جو قریب آئے ہیں یہ نہ کہیں جاتے رہیں۔ فرمایا ہرگز یہ بات نہیں۔ فَاِنْ

عَصَوْكَ فَقُلْ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ اگر یہ سب تیری نافرمانی کریں گے تو کہہ دے میں اس سے بری الذمہ ہوں جو تم کرتے ہو۔ میرا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ تمہاری ذات سے میرا تعلق نہیں ہے۔ ان اعمال سے میرا تعلق ہے جو خدا کی خاطر تم بجالا رہے ہو۔ وہ اعمال نہیں ہوں گے تو تم میری رحمت کے حق دار نہیں رہو گے، میری شفقت کے حق دار نہیں رہو گے۔

پس یہ وہ مضمون ہے جو ہر صاحب امر کے لئے سمجھنا ضروری ہے وہ جب کسی سے پیار کرتا ہے اپنے ماتحتوں پر جھکتا ہے تو اس کے ذہن کے کسی گوشے میں بھی نہیں آنا چاہئے کہ میں ان پر اس لئے جھک رہا ہوں کہ یہ میری تائید کرنے والے لوگ ہیں۔ اس لئے جھک رہا ہوں کہ یہ میرا عشیرہ ہے، میرے اقربین ہیں کیونکہ اقربین سے تو بات شروع ہوئی تھی۔ فرمایا ان کو تو ڈرا دے تو مانیں گے حق پر چلیں گے حق پر قائم رہیں گے تو پھر تیری رحمت ان پر ہوگی ورنہ تیرا ان سے کوئی تعلق نہیں۔ پس وہ امیر جو اس وجہ سے بعض لوگوں سے تعلق رکھتے ہیں کہ وہ ان کے زیادہ قریب ہیں ان کے حق میں باتیں کرنے والے ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ جو بھی میں کہوں گا اس کی تائید میں اٹھ کھڑے ہوں گے وہ جانتے نہیں کہ توحید کے مضمون کے یہ بات خلاف ہے اور جو بات بھی توحید کے برخلاف ہو وہ خدا تعالیٰ کے نظام میں کہیں بھی کوئی مقام نہیں رکھتی۔ وہ نظام اللہ نے ہمیں عطا فرمایا ہے اس میں ہر پہلو کا توحید سے تعلق ہے۔ پس باریک راہیں ہیں مگر ان باریک راہوں کا اختیار کرنا ضروری ہے کیونکہ جماعت کے تقویٰ کی زندگی ان راہوں سے وابستہ ہو چکی ہے۔ ان راہوں کو چھوڑ دیں گے تو آپ بھی کبھی نیک انجام نہیں ہو سکتے، آپ کے مستقبل کی کوئی ضمانت نہیں دی جا سکتی۔

پس ہر امیر کے لئے ان آیات سے میں نتیجہ اخذ کرتے ہوئے کہتا ہوں لازم ہے کہ جھکے اور رحمت کے ساتھ سب لوگوں سے انکساری کے ساتھ، عجز کے ساتھ تعلق قائم کرے۔ اپنے مرتبے کا خیال نہ کرے۔ اس کا مرتبہ بڑا ہے تو محض اس لئے کہ خدا نے اسے ایک مقام پر فائز کیا ہے۔ مگر جس مقام پر فائز کیا ہے اس مقام کا تقاضا یہ ہے کہ وہ خود نیچے اتر آئے۔ اب یہ خود نیچے اترنے والا مضمون ہے۔ یہ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ سے نکلتا ہے اور آنحضرت ﷺ کی سیرت ان پر خوب روشنی ڈال رہی ہے۔ آنحضرت ﷺ کے متعلق روایات اور کثرت سے روایات بتاتی ہیں کہ آپؐ مومنوں کے لئے ایسی شفقت رکھتے تھے اور ایسے منکسر المزاج تھے کہ اگر رستہ چلتے

کسی عورت نے بھی آواز دی تو کھڑے ہو جایا کرتے تھے۔ پوری توجہ سے اس کی بات سنتے تھے۔ ایک غلام اور بے حیثیت آدمی کبھی آپؐ کو مدد کے لئے کہتا تھا تو اٹھ کر اس کے ساتھ چل پڑا کرتے تھے۔ ایک یتیم بچہ کبھی آپ کو بلاتا تھا تو آپ اس کے ساتھ روانہ ہو جایا کرتے تھے۔ حیرت انگیز وجود تھا جس کی نہ رفعتیں ہماری پہنچ میں ہیں، نہ اس کی خدا کے حضور پستیاں ہماری پہنچ میں ہیں۔ دونوں طرف کے کنارے ہماری عقل کے دائرے سے باہر ہیں لیکن وہ ایسا ہی تھا جس کو خدا نے ساتویں آسمان سے بھی بلند کر دیا۔ جب وہ جھکا تو ان لوگوں پر جھک گیا جو پستیوں کی انتہا تک پہنچے ہوئے تھے۔ مومنوں پر بھی جھکا اور غیروں پر بھی جھکا لیکن مومنوں کے متعلق تو اس کے دل کی کیفیت ہی اور تھی۔ یہ وہ حقیقت ہے جو مصطفوی حقیقت ہے جس میں آنحضرت ﷺ کی تعلیم کی جان ہے۔

پس اس پہلو سے ہر امیر کا کام ہے کہ وہ اپنے ماتحتوں سے نرمی اور محبت اور عجز کا سلوک کرے اور ان کی خاطر نہیں بلکہ محض اللہ کی خاطر۔ ان کی خاطر تو کرے گا مگر خدا کی خاطر۔ اب یہ ایک اور سلسلہ بیچ میں داخل ہو جاتا ہے۔ بندوں سے پیار ہے بندوں کی خاطر، مگر بندوں سے بندوں کی خاطر جو پیار ہے اس کا آغاز اللہ کے پیار سے ہوا اور یہ وہ مضمون ہے جسے قرآن کریم کی ایک اور آیت بڑی وضاحت کے ساتھ بیان فرما رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی ۙ﴿۹﴾ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰی (النجم: 10،9) کہ محمد رسول اللہ ﷺ عظیم الشان وجود ہیں دَنَا وہ خدا کی طرف بڑھا اور اتنا قریب ہو گیا کہ اس سے زیادہ قرب الٰہی ممکن نہیں رہا۔ اتنے قرب کے باوجود وہ ٹھہر نہیں گیا۔ فَتَدَلّٰی پھر وہ نیچے اترا اور بنی نوع انسان کو اس قرب، اس عظیم ذات کے لئے بلانے کے لئے نیچے اترا۔ وہ عظمتیں اور رفعتیں جو اس نے اپنے رب سے حاصل کیں اپنے آپ تک محدود نہیں رکھیں بلکہ اس کی خاطر اس کے بندوں میں تقسیم کرنے کے لئے وہ رحمتیں بانٹنے کے لئے نیچے اترا اور اس کی مثال ایسی ہو گئی۔ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰی جیسے دو قوسیں ہوں یعنی کمانیں جن کا ایک ہی وتر ہو، ان کے درمیان ایک ہی تنی ہو۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ کمانیں کس شکل کی ہو سکتی ہیں؟ عام طور پر اس کی جو شکل بیان کی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ ایک طرف کمان نیچے سے آ رہی ہے اوپر کی طرف، ایک اوپر سے کمان اتری ہے اللہ کی محبت کی اور بیچ میں ایک ہی وتر ہے۔ وہ تنی ایک ہی ہے۔ یہ مضمون بھی بہت باریک اور

لطیف ہے لیکن میں جو سمجھتا ہوں وہ اس سے مختلف ہے۔اس کو غلط نہیں سمجھتا کیونکہ قرآن کریم کے بہت سے بطون ہیں۔مگر میرے نزدیک ان دونوں کمانوں کا رخ ایک ہی طرف ہے یعنی ان کا جو بیچ کا دھاگہ یا تنی ہے اس سے ایک کمان محمد رسول اللہ ﷺ کی کمان اور ایک خدا کی کمان ہے وہ اس طرح ایک سمت میں ہیں کہ ناممکن ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی کمان چلے اور خدا کی کمان میں حرکت نہ آئے۔ناممکن ہے کہ اللہ کی کمان کو کھینچا جائے اور وہ نچلی کمان اس کے ساتھ حرکت میں نہ آئے کیونکہ دونوں کا ایک ایسا گہرا اٹوٹ رشتہ قائم ہو چکا ہے کہ جب ایک کو کھینچا جائے دوسری کھینچ جاتی ہے جب دوسری کو کھینچا جائے تو پہلی کھینچ جاتی ہے اور اس تنی سے جو تیر نکلتا ہے وہ بیک وقت محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے نکلا ہوا تیر بھی ہوتا ہے اور اللہ کی طرف سے نکلا ہوا تیر بھی ہوتا ہے۔

اس تفسیر کی تائید کرنے والی میرے نزدیک وہ آیت کریمہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى (الانفال:18) اگر کمانوں کو برعکس سمت میں رکھا جائے تو وہ دونوں کا چلایا ہوا تیر ایک دوسرے کی طرف جائے گا۔اگر تیر چلانے کا مضمون اس سے نکالا جائے تو سوائے اس کے ممکن ہی نہیں کہ جو نقشہ میں نے ذہن میں رکھا اور آپ کے سامنے پیش کیا اسے قرآن کریم کی اس آیت کریمہ کی تائید میں سمجھا جائے تو بات یہ بنے گی کہ آنحضرت ﷺ کی کمان سے چلا ہوا ہر تیر اللہ کی کمان سے چلا ہوا تیر تھا۔اللہ کی کمان سے جو تیر چلتا تھا محمد رسول اللہ ﷺ کی وساطت سے چلتا تھا۔پس اس پہلو سے دَنَا فَتَدَلّٰى کا مضمون یہ بنا کہ اتنا وہ قریب ہو گیا کہ جس سے زیادہ ممکن نہیں تھا اور فَتَدَلّٰى پھر وہ جھک گیا اور اس جھکنے کے نتیجے میں وہ قَابَ قَوْسَيْنِ ہو گیا۔اب قَوْسَيْنِ کا مضمون یہاں ایک اور معنے اختیار کر جاتا ہے۔فرماتا ہے انسانیت کے ساتھ اس کا تعلق اس کے جھکنے کے نتیجہ میں خدا کے تعلق کے ساتھ ایسا مدغم ہو گیا کہ ایک کو دوسرے سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔اس کی بشریت نور ہو گئی، اس کا نور بشریت بن گیا۔پس اس پہلو سے وہ بندوں پر جب جھکا ہے تو خدا کا نور بن کر اپنے ہم جنسوں پر تو جھک گیا اور اس کی بشریت نے وہ علاقہ قائم کر دیا۔جیسے ایک تنی دو کمانوں کے درمیان علاقہ بن جاتی ہے۔پس رسول اللہ ﷺ کا بنی نوع انسان پر جھکنا ان کی خاطر تھا مگر خدا کی خاطر ان کی خاطر ہوا۔یہ وہ مشکل فقرہ جو میں نے آپ کے سامنے پیش کیا اس کی تشریح ہے۔ورنہ بندے کی خاطر بھی ایک انسان رحمت کا سلوک کرتا ہے اور

آنحضرت ﷺ نبوت سے پہلے ذاتی شفقت سے لوگوں پر اسی طرح جھکا کرتے تھے۔ مگر جب نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ (النور:36) ہوئے تب کیفیت بدل گئی۔ اس کے بعد ہر رأفت، ہر شفقت، ہر رحمت خدا کے تعلق سے اوپر سے اترا کرتی تھی اور بنی نوع انسان سے آپؐ کی محبت کو الٰہی محبت کی تائید حاصل ہوگئی اور آپؐ کی الٰہی محبت بنی نوع انسان کی محبت میں تبدیل ہونے لگی۔ یہ وہ پہلو ہے جو امارت کی عظمت ظاہر کرنے کے لئے قرآن کریم نے ہمارے سامنے رکھا ہے اور اسی پہلو کو ہر صاحب امر کو سمجھنا ضروری ہے۔

میں جب امیر کہتا ہوں تو ہرگز مراد یہ نہیں کہ محض وہ امیر جو ملکوں یا شہروں یا محلوں کے بنائے جاتے ہیں۔ امیر سے مراد ہر وہ شخص جسے کچھ بھی امر سونپا جائے اور خدا کی خاطر سونپا جائے اور خدا کے نام پر سونپا جائے۔ اس کی تربیت کے لئے یہ مضامین ہیں جو قرآن کریم نے ہم پر کھولے ہیں۔ فرمایا کہ تم امیر ہو مگر اب یاد رکھنا کہ اللہ کی خاطر جس طرح محمد رسول اللہ ﷺ ان پر جھک گئے تھے جن کے سر خدا کی خاطر ان کے سامنے جھکائے گئے تھے تم بھی ان پر جھک جانا اور ان کی خاطر نہیں، للّٰہ کیونکہ ان کی خاطر جھکو گے تو تمہارے اندر شرک کے شائبات داخل ہو جائیں گے۔ شرک کے خطرات تمہیں ہوسکتا ہے واقعۃً ہلاک کردیں کیونکہ جب بھی انسان کسی سے رحمت کا تعلق رکھتا ہے یہ خطرہ موجود رہتا ہے کہ اس کے نتیجہ میں جو پیار اور محبت کا سلوک اس سے کیا جاتا ہے وہ ان دونوں کو ایسے رشتوں میں باندھ دے کہ خدا کا مضمون بیچ میں سے غائب ہو جائے۔ اسی لئے قرآن کریم نے ہمیں خوب اچھی طرح وضاحت کے ساتھ یاد کرایا۔ میرے وہ بندے جو میری خاطر بنی نوع انسان کی خدمت کرتے ہیں اور ان سے محبت کا سلوک کرتے ہیں جب ان کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے تو کہتے ہیں لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا (الدھر:10) کہ کیا کر رہے ہو ہم تو خدا کی خاطر تم سے پیار کر رہے تھے تم شکریہ ادا کر کے ہمارے پیار کو کیوں میلا کرتے ہو۔ ہمیں تم سے کسی خیر کی توقع نہیں۔ یعنی توقع سے مراد یہ ہے کہ چاہتے نہیں ہیں کہ تم ہم سے کوئی سلوک کرو، ہماری نیکی محض اس کی خاطر تھی جس کی ہماری نیکی پر نظر ہے۔ اسی سے ہم پیار چاہتے ہیں۔ اسی کی رضا تلاش کرتے ہیں۔ پس شکریہ ادا کر کے ہماری نیکی کو میلا نہ کر دینا۔

اور پھر قرآن کریم نے اسی مضمون کو ایک دوسری جگہ یوں بیان فرمایا وَلَا تَمْنُنْ

تَسۡتَكۡثِرُ (المدثر:7) تو اس وجہ سے کسی پر احسان نہ کر کہ اس کے بدلے میں تجھے زیادہ دیا جائے گا۔ پس نہ ان کی نیت میں کچھ زیادہ لینا شامل ہوتا ہے نہ ان کی نیت اس بات کی اجازت دیتی ہے کہ خدا کی رضا کی بجائے کسی اور کی خاطر ان پر جھکیں اور جب کلیۃً خدا کی خاطر جھکتے ہیں تو ان کا احسان، ان کا شکریہ، ان کا تشکر بجائے دل کو ایک غذا دینے کے لئے اندر ایک قسم کا ایک زلزلہ طاری کر دیتا ہے کہ یہ کیا ہو گیا۔ ہم تو بہت بالا قیمت چاہ رہے تھے۔ ہم نے تو اپنے اللہ کی خاطر یہ کیا تھا۔ ان کے شکریے کہیں ہمارے نفس کو موٹا نہ کر دیں۔ تو واقعۃً ان کے دل پر ایک زلزلے کی سی کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور وہ گھبراتے ہیں اور لازم نہیں کہ وہ اس بات کو ظاہر کریں۔ مگر قرآن کریم نے ان کی زبان سے ظاہر کیا ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ مسلمانوں کی اس سوسائٹی میں ہمیشہ یہ نہیں ہوا کرتا تھا کہ ہر وہ شخص جس کا شکریہ ادا کیا جائے وہ آگے سے انہی الفاظ میں جواب دیا کرتا تھا۔ بعض باتیں ایسی ہیں جو صحابہؓ کے دل میں وارد ہوتی تھیں اور اللہ کے پیار کی نظر ان پر پڑتی تھی اور وہ آنحضرت ﷺ پر روشن کر دیا کرتا تھا کہ اے میرے پاک غلام، غلام کامل تو نے آگے بھی دیکھو کیسے کیسے پیارے غلام پیدا کر دیئے ہیں۔ تیرے ہی رنگ میں رنگین ہیں۔ ان کا شکریہ ادا کیا جائے تو ان کا دل آوازیں دیتا ہے کہ نہ نہ ہمارا شکریہ ادا نہ کرو ہم تو محض خدا کی خاطر ایسا کرتے تھے۔

پس اگر وہ خدا کی خاطر ہی یعنی ہر صاحب امر خدا کی خاطر اپنے ماتحتوں سے پیار اور محبت کا سلوک کرتا ہے تو ان کے شکریے کی نہ تو اسے توقع ہوتی ہے اور نہ اسے پرواہ ہوتی ہے۔ جب توقع نہیں تو اس کے برعکس پہلو بھی ہے اور وہ ہے پرواہ بھی کوئی نہیں۔ اس لئے کہ اگر جب ذاتی تعلق ان سے نہیں تھا جس کی خاطر ان پر رحمت کی جارہی تھی تو اللہ سے اگر وہ دور ہٹیں گے تو یہ شفقت کرنے والا اسی حد تک ان سے دور ہٹ جائے گا اور ان کی اس بارے میں کچھ بھی پرواہ نہیں کرے گا کہ وہ اس سے کیسا پیار کا تعلق رکھتے تھے۔ بے انتہا محبت اور فدائیت کا اظہار کرنے والے بھی جب ایسی روش اختیار کرتے ہیں جس سے خدا ناراض ہو تو جن کو پیار دیا جاتا ہے ان کو اس بات کی کوڑی کی بھی پرواہ نہیں رہتی کہ یہ تو مجھ سے محبت کرنے والا تھا۔ وہ اسی طرح جیسا کہ خدا کی آنکھ انہیں دیکھتی ہے انہیں ناراضگی سے دیکھتا ہے اور ان کے چھوڑ کے چلے جانے کی ادنیٰ بھی پرواہ نہیں کرتا۔ پس توحید کا یہ مضمون بالآخر توکل پر منتج ہو جاتا ہے۔

چنانچہ قرآن کریم اس کے بعد فرماتا ہے فَاِنۡ عَصَوۡكَ فَقُلۡ اِنِّىۡ بَرِىۡٓءٌ مِّمَّا تَعۡمَلُوۡنَ تمہیں کیوں وہم ہو گیا ہے کہ میں تم پر رحمت سے جھکا ہوا تھا اس لئے کہ تم مجھے ذاتی طور پر پیارے لگتے ہو۔ وہ تو اللہ کی خاطر تھا۔ اگر تم خدا کی نافرمانی کرو گے یہاں عَصَوۡكَ میں محمد رسول اللہ ﷺ پیش نظر ہیں لیکن آپ کی نافرمانی خدا کی نافرمانی ہے۔ اس کے سوا کوئی اور نافرمانی ممکن ہی نہیں کہ انسان حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے نافرمانی کرے اور وہ آپ کی نافرمانی ہو، خدا کی نہ ہو۔ اس مضمون کو قرآن بھی کھول چکا ہے بار بار رسول اللہ ﷺ خود بھی اس مضمون کو کھول چکے ہیں اس لئے اس کی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں، مزید دلائل پیش کرنے کی ضرورت نہیں۔ ایک مسلمہ غیر مبدل حقیقت ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی لازماً خدا کی نافرمانی ہے اور اس کے سوا اس نافرمانی کو کوئی اور معنے نہیں پہنائے جاسکتے۔ فَاِنۡ عَصَوۡكَ میں اس لئے مخاطب ''تجھے'' کہہ کر رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کیا گیا ہے کہ آپ لوگوں پر جھک رہے تھے، آپ لوگوں سے رحمت کا سلوک فرما رہے تھے، یہ گواہی دینا مقصود ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی رأفت، آپ کی شفقت اللہ کی خاطر تھی، ان کی خاطر نہیں تھی۔ فرمایا پس جب یہ تیری نافرمانی کریں تو ان کی پہلی اطاعتوں کی، ان سے پہلے تعاون کی کچھ بھی پرواہ نہ کر۔ تو کہہ دے میں تم سے بیزار ہوں۔ تم یہ جو حرکتیں کر رہے ہو یہ میرے محبوب آقا کی مرضی کے خلاف ہیں اس لئے تم بھی میری مرضی کے خلاف ہو گئے ہو۔ اگر ایسا کرو گے تو ان کے چھوڑ جانے کا تمہیں کوئی بھی غم نہیں ہونا چاہئے۔ وَتَوَكَّلۡ عَلَى الۡعَزِيۡزِ الرَّحِيۡمِ جب تو یہ کرے تو یاد رکھ اللہ جو عزیز ہے، اللہ جو رحیم ہے، جو غالب اور بزرگی والا ہے، جو بار بار رحم فرمانے والا ہے اس پر توکل رکھ۔ وہ تجھے کبھی نہیں چھوڑے گا کیونکہ جس سفر کا آغاز توحید سے ہوا، جس کا بنی نوع انسان سے تعلقات کا آغاز اس طرح ہوا کہ خدا کی خاطر لوگوں کو ڈرا دھمکا کر دور کر دیا، جو قریب آئے ان کو بھی جب بھی وہ خدا سے دور ہوئے اپنی ذات سے دور کر دیا جب یہ سلوک ہو تو پھر توکل علی اللہ کا ایک لازمی نتیجہ ہے۔ اس کے سوا کوئی نتیجہ نکل ہی نہیں سکتا۔

پس ہر وہ صاحب امر جو اس اسلوب پر چل پڑے حضرت رسول اللہ ﷺ کی اس سنت کو اپنالے اس کو کوئی بھی خطرہ نہیں۔ وہ جب سزا دے گا تو خدا کی خاطر دے گا، جب تعلق بڑھائے گا تو خدا کی خاطر بڑھائے گا اور ان لوگوں کا اس تعلق کی پرواہ نہ کرنا یا نہ کرنا اس کی نظر میں کوئی بھی حقیقت

نہیں رکھے گا اور یہ وہ امارت ہے جو غیر متزلزل ہے کیونکہ اس کو کلیۃً اللہ تعالیٰ کی تائید حاصل ہوگی اور جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا ہے کہ اس امارت کا تعلق ایک چھوٹے سے، معمولی افسر کے حکم سے بھی ہو جو کسی خاص معین کام پر مامور کیا گیا ہے۔ اگر اس کی نافرمانی کرو گے تو یاد رکھو یہ سلسلہ آخر خدا تک پہنچے گا اور جہاں تک اس شخص کی ذات کا تعلق ہے اس کو سمجھنا چاہئے کہ بڑے بڑے لوگ جو میرے سامنے جھک رہے ہیں اس میں میری تو کوئی بڑائی نہیں، میری تو کوئی بھی حیثیت نہیں، خدا کی خاطر میری طرف جھک رہے ہیں۔ پس اسے مزید خدا کے حضور جھکنا چاہئے اور پھر نافرمانی کی بھی کوئی پرواہ نہیں کرنی چاہئے۔

دنیا کی مثالوں میں اس کی وہ مثال ہے جو حضرت مصلح موعودؓ بارہا پیش کیا کرتے تھے اور میں بھی کئی دفعہ بیان کر چکا ہوں لیکن وہ مثال ہی ایسی عظیم ہے اور اس موقع پر ایسی چسپاں ہوتی ہے کہ بے اختیار اسے بارہا پیش کرنے کو دل چاہتا ہے۔ زار جب صاحب سطوت تھا، جب اس کا رعب بہت کثرت سے وسیع ممالک پر طاری تھا یہاں تک کہ سلطنت برطانیہ کے بعد اگر کوئی حقیقت میں سلطنت کہلاتی تھی تو وہ زارِ روس کی سلطنت تھی۔ اس زمانہ میں ایک دفعہ زار کسی بہت ہی اہم کام میں مصروف ہوا اور اس نے اپنے اردلی کو یا فوجی سپاہی کو بلا کر یہ تاکید کی کہ کسی کو بھی تم نے میرے کمرے میں نہیں آنے دینا خواہ کوئی بھی ہو کیونکہ میں اتنا مصروف ہوں کہ میں اس وقت کسی قسم کی دخل اندازی برداشت نہیں کر سکتا۔ اس نے کہا درست اور یہ کہہ کر، یہ بات سن کر وہ باہر دروازے کی حفاظت پر مامور ہو گیا۔ اب خدا تعالیٰ نے، دیکھیں کیسے اس کی اطاعت کو عظیم نعمت کے، رحمت کے پھل لگائے، ایسی عظیم جزأ کے پھل لگائے اور ہمارے سامنے کیسا عظیم نمونہ اطاعت کے مضمون کا رکھ دیا اور اس کی گہرائی کو سمجھانے کے لئے یہ واقعہ آج مذہبی دنیا میں بھی بار بار دہرایا جا رہا ہے۔

بادشاہ کے یہ کہنے کے بعد جب وہ مصروف ہو گیا کام میں، تو بادشاہ کا ایک بیٹا، ایک شہزادہ، وہ اپنے باپ سے ملنے آیا تو وہ معمولی حیثیت کا سپاہی سامنے سینہ تان کے کھڑا ہو گیا کہ شہزادے آپ کو اندر جانے کی اجازت نہیں۔ اس کا تو غصے سے پارہ چڑھ گیا۔ اس نے کہا تم کون ہوتے ہو، تمہاری حیثیت کیا ہے۔ میں اپنے باپ سے ملنے جا رہا ہوں۔ اس نے کہا آپ کے باپ ہوں یا نہ ہوں، اس سے بحث نہیں۔ مجھے حکم ہے کہ کسی شخص کو میں اندر نہ جانے دوں پس میں آپ کو

اندر نہیں جانے دوں گا۔ اس پر وہ شہزادہ آپے سے باہر ہو گیا، اس نے اپنا کوڑا نکالا اور اس پر برسانا شروع کیا یہاں تک کوڑے مار مار کے اسے ادھ مؤا کر دیا۔ اس نے ہاتھ نہیں اٹھایا مگر اس طرح چھاتی تانے سامنے کھڑا رہا۔ اس نے کہا شہزادے آپ مارنا ہے جتنا چاہے مار لیں مگر میں بادشاہ کی حکم عدولی نہیں کروں گا میں تمہیں نہیں جانے دوں گا۔ جب یہ شور سنا اور کوڑوں کے برسنے کی آواز اندر گئی تو بادشاہ باہر نکلا۔ اس نے کہا یہ کیا ہو رہا ہے۔ شہزادے نے کہا اے میرے باپ اس نے میری گستاخی کی ہے بہت بے ادبی کا سلوک کیا ہے۔ کیا ہوا؟ میں اندر آنا چاہتا تھا آپ سے ملنے کے لئے اور اس کمترین انسان کو دیکھیں میرے سامنے کھڑا ہو گیا کہ میں تمہیں اندر نہیں جانے دوں گا۔ بادشاہ جان کے بھولا بنا اور اس سپاہی سے پوچھا کہ بتاؤ یہ کیا بات ہے کیوں تم اس کو اندر نہیں آنے دیتے تھے۔ اس نے کہا بادشاہ سلامت آپ کا حکم تھا۔ آپ کے حکم کی اطاعت کی خاطر میں نے یہ قربانی دی ہے۔ بادشاہ نے کہا اچھا یہ بات ہے، تو نے اسے بتایا تھا۔ اس نے کہا ہاں میں نے اسے بتایا تھا۔ اس نے بیٹے سے کہا جب تم نے سنا تھا کہ بادشاہ کا حکم ہے تو تم نے کیوں نافرمانی کی۔ اس نے سپاہی کو نام لے کر مخاطب کیا اور کہا یہ کوڑا اٹھا اور اس بیٹے کو اسی کوڑے سے اسی طرح مار جس سے اس نے تجھے مارا تھا۔ اس پر شہزادے کی غیرت بھڑکی اور روس کا قانون اس کی مدد کے لئے آیا۔ اور اس نے بادشاہ سے عرض کیا کہ بادشاہ سلامت یہ ملک روس کا قانون ہے کہ کوئی غیر افسر سپاہی اپنے افسر کو مار نہیں سکتا، جب کہ میں فوج میں ایک بڑا افسر ہوں اور یہ شخص ایک عام سپاہی ہے۔ اس لئے آپ کا قانون اس حکم کی، جو آپ نے حکم دیا ہے اس کی راہ میں حائل ہو رہا ہے۔ بادشاہ نے کہا ہاں قانون نہیں ٹوٹے گا۔ سپاہی کو مخاطب کر کے اسے فوج کا ایک بڑا رتبہ عطا کرتے ہوئے کہا۔ اے جرنیل یا اے کرنیل جو بھی تھا اس سانٹے کو اٹھا اور میرے بیٹے کو مار۔ اس پر شہزادے کو ایک اور قانون یاد آ گیا۔ اس نے بادشاہ سے کہا بادشاہ سلامت ایک یہ بھی قانون ہے کہ کوئی غیر شہزادہ کسی شہزادے کو نہیں مار سکتا۔ بادشاہ نے کہا ہاں اس قانون کا بھی احترام کیا جائے گا۔ اس نے کہا اے شہزادے! فلاں سانٹا اٹھا اور میرے بیٹے کو مار۔ چنانچہ اپنے سامنے اس نے اس بیٹے کو سانٹے لگوائے کیونکہ اطاعت کی عظمت کو وہ سمجھتا تھا اور اطاعت کی خاطر قربانی دینے والوں کی حفاظت کے لئے وہ کھڑا تھا۔

تو کیا آپ سمجھتے ہیں کہ اللہ اس بادشاہ سے کم اپنے غلاموں کی غیرت رکھتا ہے۔ خدا کی قسم

خدا کے نام پر، اس کی اطاعت کی خاطر اپنی چھاتیاں تان دیں اور خدا کی خاطر اگر آپ کسی سے ناراض ہوں گے یا کسی کی ناراضگی مول لیں گے تو ایک کوڑی کی بھی پرواہ نہ کریں۔ جو سانٹے آپ پر برسائے جائیں گے آسمان سے وہی سانٹے اس شخص پر برسائے جائیں گے جو محض اس لئے آپ کا دشمن ہوا ہے کہ آپ نے اطاعت کی خاطر اس سے دشمنی مول لے لی۔ ایسی الٰہی جماعت کو دنیا کی کیا پرواہ ہوسکتی ہے۔ دنیا کے بادشاہوں کی تو کوئی حیثیت نہیں۔ آج مرے کل دوسرا دن لیکن اللہ کی بادشاہت تو دائمی ہے۔ اس سلطنت میں کبھی کوئی زوال نہیں آسکتا۔ پس وہ امراء جو محبت سے جھکتے ہیں تو خدا کی خاطر جھکتے ہیں وہ امراء جو ناراض ہوتے ہیں اور ناراضگی مول لیتے ہیں تو ان پر بڑی بڑی طعن کی زبانیں دراز کی جاتی ہیں، ان کے خلاف اڈے بنائے جاتے ہیں محض اس لئے کہ انہوں نے رضائے باری تعالیٰ کی خاطر ایک کڑوا فیصلہ کیا ہے ان کو ان نافرمانیوں کی بھی، ان بدتمیزیوں کی بھی کوئی پرواہ نہیں ہونی چاہئے۔ خدا کی خاطر وہ ڈٹے رہیں اور یاد رکھیں کہ خدا کا وعدہ ہے وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ کہ تو پھر اللہ پر توکل رکھ جو عزیز ہے۔ وہ غالب ہے اور فائق ہے ہر دوسری چیز پر۔ صاحب عزت وعظمت ہے اور رحیم ہے اور بار بار رحم فرمانے والا بھی ہے۔

تو تمام دنیا کے امراء جو جماعت احمدیہ سے تعلق رکھتے ہیں اگر وہ امارت کے ڈھنگ اختیار کریں گے تو یاد رکھیں کہ جماعت ایسے عظیم رشتوں میں منسلک ہو جائے گی جہاں جماعت کا ہر بڑا اپنے ماتحتوں کے لئے چھوٹا ہو جائے گا اور جماعت کا ہر چھوٹا اپنے افسروں کے لئے بڑا بن جائے گا۔ یہ وہ وحدت کا ایک نمونہ ہے جو اس دنیا میں توحید کی برکت سے پیدا ہوسکتا ہے ورنہ ناممکن ہے۔ پس وہ توحید جو ہم آسمان کی بلندیوں پر دیکھتے ہیں وہ ہماری خاطر نیچے اترتی ہے اور ہمیں ایک ایسے عظیم رشتے میں منسلک کر دیتی ہے کہ جہاں چھوٹا خدا کی خاطر بڑا ہو رہا ہے جہاں بڑا خدا کی خاطر چھوٹا ہو رہا ہے، اس سے زیادہ مساوات کا، اس سے اعلیٰ اور پاکیزہ مساوات کا کوئی تصور دنیا میں ممکن نہیں ہے۔ پس آنحضرت ﷺ کے متعلق یہ فرمایا اور پھر دیکھیں کیا فرماتا ہے الَّذِي يَرٰىكَ حِيْنَ تَقُوْمُ اے میرے بندے تو میری خاطر لوگوں کو ناراض کرتا ہے پھر کیا ڈر ہے وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ جس کی خاطر تو توکل کر رہا ہے الَّذِي يَرٰىكَ حِيْنَ تَقُوْمُ وہ خدا جو تجھے دیکھتا ہے جب تو کھڑا ہوتا ہے، اس کی نظر تجھ پر پڑ رہی ہوتی ہے ایک لمحہ بھی وہ

تیرے حال سے غافل نہیں ہے۔پس زار کو تو اس کی آواز ہو سکتا ہے نہ بھی پہنچتی ، ہو سکتا ہے یہ واقعہ ایک فاصلے پر ہوتا اور اس کی نظر بھی نہ پڑتی بعد میں اس سے جو سلوک ہوگا اس کا بھی زار کو کچھ پتہ نہیں چل سکتا تھا۔گویا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہ ہر حال تجھ پر کھڑا ہے۔**سبحان من یرانی** کا مضمون ہے جو یہاں بیان ہوا ہے۔حضرت مسیح موعودؑ کے اس شعر میں جو آپ بار بار سنتے ہیں **سبحان من یرانی** ، **سبحان من یرانی** تو ایک صاحب عرفان کا کلام ہے جو جانتا ہے کہ ہر لمحہ میرے خدا کی مجھ پر نظر ہے۔اس سے کوئی حال بھی میرا غافل نہیں۔نہ میرا نہ ان لوگوں کا جو میرے ساتھ کوئی معاملہ کرتے ہیں پس فرمایا توکل اس ذات پر تو نے کرنا ہے جو ہمیشہ تجھ پر نگران کھڑا ہے اس کی پیار کی نگاہیں تجھ پر پڑتی ہیں بلکہ وہ اس حد تک تیرے حال سے واقف ہے **وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ** (الشعراء:220) وہ سجدہ کرنے والوں میں تیرے تقلب کو بھی دیکھ رہا ہے۔

اب دیکھیں کتنا عظیم مضمون ہے جس کا پہلے مضمون سے کیسا حیرت انگیز تعلق ہے۔تقلب کا یہ مضمون بعض مفسرین نے بلکہ اکثر نے یہ بیان کیا ہے کہ جب مومن سجدہ کرتے ہیں تو ان کے درمیان تیرا پھرنا اللہ دیکھتا ہے کیونکہ تقلب کا ایک معنی ہے پھرنا لیکن تقلب کا یہ معنی اس صورت حال پر اطلاق نہیں پاتا۔سجدے کے وقت تو سب سے آگے سجدہ ریز محمد رسول اللہ ﷺ ہوا کرتے تھے۔اس وقت آپؐ کے **تقلب** کا کیا مطلب۔یہاں **تقلب** کا جو میں معنی سمجھتا ہوں وہ یہی ہے کہ آپؐ کا سجدے میں خدا کے حضور گریہ وزاری کے ساتھ کروٹیں بدلنا اور سجدے میں بے چینی سے جب انسان دائیں سے بائیں اور بائیں سے دائیں ہوتا ہے جب لوٹتا پوٹتا ہے تو **تقلب** کا معنی ہی لوٹنا پوٹنا ہے۔تو تیری بے قراریاں خدا کے حضور، سجدہ ریز لوگوں کے حضور، خدا کی نظر میں رہتی ہیں۔پس چونکہ سجدے کا مضمون ہی چل رہا ہے اطاعت ہی کا مضمون چل رہا ہے تو فرماتا ہے کہ تیرے خدا کی تجھ پر اس وقت بھی نظر ہوتی ہے جب سجدہ کرنے والوں میں سب سے زیادہ بے قرار سجدہ تیرا ہوتا ہے۔سب سے زیادہ اللہ کی محبت میں گوندھا ہوا اور اللہ کی محبت میں تڑپتا ہوا تیرا سجدہ ہے۔پس تقلب سے مراد وہ تڑپنا ہے سجدے کا جو آنحضرت ﷺ کو نصیب تھا اور فرمایا تجھے پھر کیا پرواہ۔میں تجھے دیکھ رہا ہوں، ہر حال میں دیکھ رہا ہوں اور تیرے **تقلب** پر بھی نظر ہے۔جو دکھ تجھے پہنچتا ہے وہ سجدوں میں تو میرے حضور پیش کر دیتا ہے۔تیری بے قراریاں میری نظر کے سامنے رہتی ہیں۔**اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ**

اَلۡعَلِیۡمُ جان لے کہ وہ بہت سننے والا اور بہت جاننے والا ہے۔ تو نہ بھی کہتا تو وہ جانتا تھا لیکن جب تو گریہ وزاری خدا کے حضور پیش کرتا ہے تو وہ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ ہے۔ وہ سننے والا بھی ہے اور جاننے والا بھی ہے۔

پس مومن اگر یہ رنگ اختیار کرنے کی کوشش کرے گا جو آقا کے رنگ ہیں یعنی حضرت محمد مصطفیٰؐ کے رنگ تو اس کی اطاعت میں بھی رفعتیں ہیں، اس کے مطاع ہونے میں بھی رفعتیں ہیں۔ ہر حال میں وہ سر بلند ہے لیکن اس حالت میں سر بلند ہوگا جب خدا کے حضور اس کا سر جھکا رہے گا۔ جب سجدوں میں تقلب نصیب ہوگا اور جب بنی نوع انسان کے سامنے اس کی انکساری خدا کی خاطر ہوگی نہ کہ نفس کی عزت کی خاطر۔ اللہ کرے ہمیں یہ توفیق نصیب ہو اور جماعت کینیڈا کو بھی اللہ تعالیٰ یہ توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اب چونکہ وقت ختم ہو رہا ہے مگر میں ایک بات جماعت کینیڈا کو خصوصیت سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اس اطاعت کے مضمون کو سمجھ کر یاد رکھیں۔ میں سال ہا سال سے آپ کو تبلیغ کی طرف توجہ دلا رہا ہوں اور ہر طرح جس حد تک مجھے خدا نے توفیق بخشی بلند آواز سے بھی، آہستہ بھی، خطوں میں لکھ لکھ کر بھی، پیار سے بھی سمجھا کر، کبھی ناراضگی کا اظہار کر کے بھی آپ کو بتا رہا ہوں کہ دیکھو یہ زمانہ وہ آ گیا ہے کہ جب تبلیغ کے تقاضے ہر دوسرے تقاضے سے بالا ہو گئے ہیں۔ اب قوموں کی تقدیریں پلٹنے کا زمانہ آ گیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہم وہ ہیں جن کے ہاتھوں میں قوموں کی تقدیروں کی باگ ڈور تھما دی گئی ہے۔ اگر ہم اس فریضے کو ادا نہیں کریں گے تو پھر اور کوئی کبھی اس فریضے کو ادا نہیں کرے گا اب تو دوسروں کی طرف سے آوازیں اٹھنے لگی ہیں۔ ابھی پرسوں کینیڈا کے ایک مخلص احمدی جو ابھی حال ہی میں احمدی ہوئے ہیں مجھ سے ملنے آئے اور کہا کہ میں شکریہ بھی ادا کرنے آیا ہوں اور شکوہ بھی کرنے آیا ہوں۔ شکریہ اس بات کا کہ مجھے وہ نعمت نصیب ہوئی جس کے لئے میرا دل ہمیشہ بے قرار رہتا تھا اور ایک پیاس تھی جو بجھتی نہیں تھی۔ صرف احمدیت میں آ کر وہ پیاس بجھی ہے اور شکوہ اس بات کا کہ آپ لوگ پہلے کہاں رہے ہیں کیوں ہم تک اپنی آواز نہیں پہنچائی۔ اس نے کہا آپ کو پتا نہیں کہ لاکھوں روحیں ہیں میری طرح جو بے تاب ہیں۔ ان کے کان ترس رہے ہیں آپ کی آواز سننے کو اور آپ خاموش بیٹھے ہیں۔ کون اس کا ذمہ دار ہے۔ میں نے جس حد تک ممکن تھا سمجھانے کی کوشش کی

مگر حقیقت یہ ہے کہ میں اپنے آپ کو بھی آپ کے ساتھ مل کر ایک مجرم سا محسوس کر رہا تھا۔ جو حق تھا جیسا کہ حق تھا ہم نے ادا نہیں کیا۔

اور امر واقعہ یہ ہے کہ مغربی دنیا میں کینیڈا کو ایک خاص سعادت نصیب ہوئی ہے۔ جس کا ذکر میں ہمیشہ کرتا چلا آیا ہوں۔ ان لوگوں میں ایک بھولا پن ہے، ایک سادگی ہے جو باقی مغربی دنیا میں اس حد تک نہیں ہے۔ جرمن قوم کی بھی میں تعریف کرتا ہوں اور قوموں کی بھی اپنی خوبیوں کے لحاظ سے تعریف کرتا ہوں لیکن ان کا ایک الگ انداز ہے سادگی اور بھولے پن کا جو اس قوم کا ایک خصوصی نشان بن چکا ہے۔ ان کو باوجود اس کے کہ یہ دنیاداریوں میں پھنس گئے ہیں اور دن بدن ان کی توجہات لذّت کی پیروی میں منعطف ہو چکی ہیں لیکن ابھی ان کے دل میں ایک پیاس موجود ہے اچھے ہونے کی، بھلائی کی، بنی نوع انسان کی خدمت کی۔ پس یہ قوم آپ کو بلا رہی ہے اور اگر آپ نے ان تک پہنچ کر ان کی اس طبعی پیاس کو نہ بجھایا تو پھر آپ خدا کے حضور کیا جواب دیں گے۔ **آپ کوثر کے مالک تو بن بیٹھے مگر کوثر کی تقسیم کا حق ادا نہ کیا۔ پس آپ کی مثال تو ایسی ہی ہوگی جو زندگی کے چشمے پر قبضہ کرلے اور کسی کو اس سے سیراب نہ ہونے دے۔ پس اللہ تعالیٰ نے جو آپ کو آنحضرت ﷺ کے کوثر کا ساقی بنا دیا ہے اس ساقی بننے کے حق کو ادا کریں اور چین سے نہ بیٹھیں جب تک آپ کینیڈا کی سعید روحوں کو احمدیت یعنی حقیقی اسلام کی طرف دعوت نہ دیں اور پھر ان کی تربیت** نہ کریں، ان کو اپنائیں نہیں، ان کو پیار نہ دیں۔ یہ ایک اور مضمون ہے جس کا میں انشاء اللہ آئندہ کسی موقع پر ذکر کروں گا۔ سر دست اتنا ہی پیغام دینا کافی سمجھتا ہوں۔ آپ کی وساطت سے چونکہ دنیا ساری براہ راست اس وقت اس خطاب کو سن رہی ہے اور کینیڈا کی جماعت کو یہ توفیق ملی ہے کہ یہ دو طرفہ تعلقات کے رشتے قائم کر دیئے ہیں۔ اس لئے میں اس مبارک موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک دفعہ پھر دعوت الی اللہ کی طرف آپ کو توجہ دلاتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین